امتحانی مشق نمبر 1

سوال 1- پاکستان کے استحکام میں تدریس اسلامیات کے کردار کا جائزہ لیں۔ (20)

سوال 2- اسلامیات کے فکری پہلو کا تفصیلی جائزہ لیں۔ (20)

سوال 3- معلم اسلامیات کے اوصاف بیان کریں۔ (20)

سوال 4- اسلامیات پڑھانے کے لیے ترجمے کا طریقہ کیوں موثر ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔ (20)

سوال 5- منصوبی طریقہ اسلامیات کی تدریس کے لیے کیوں اہم ہے؟ دلائل دیں۔ (20)

ANS 01

تخلیق انسانیت کے فورا بعد ہی اللہ جل وعلاہ نے انسانیت کی رہنمائی و رہبری کا انتظام کر دیا۔ چونکہ انسان کو دنیا میں اختیار دیا گیا کہ وہ خیر و شر میں سے جسے چاہے اپنی خوشی و رغبت سے اختیار کر لے۔ مگر انسان کی فطرت میں سہوو غلطی کھانے اور ظاہری رنگ رلیوں سے متاثر ہوجانے کا مادہ موجود تھا اور ہے اس کے سبب یقینی امر تھا کہ انسان برائی و بدی اور شر جو بظاہر فائدہ مند معلوم ہوتا ہے کی جانب متوجہ ہوکر اس کو اپنا لے۔ اسی امر کے پیش نظر اللہ رب العزت نے انسانو ں کی رہنمائی و رہبری کی خاطر انبیاء کرام کو اپنا پیغام دیکر کائنات میں بھیجا تاکہ وہ انسانوں کو صحیح و غلط میں موجود فرق کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ حجت تام ہوجائے کہ اگر انسان برے راستے کو چاہتے ہوئے اختیار کرتاہے تو اس کے نتیجہ میں سزاکا مستحق قرار پائے اور اگر درست اور نیک کاموں پر عمل کرلے اور خیر کے راستے پر چل پڑے تو اس کو انعام و اکرام کے ساتھ جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہونے کااعزاز دیا جائے۔ انبیاء کرام کی دعوت و رسالت کا لب لباب یہی ہی تھا کہ وہ لوگوں کو تذکیر و یاددہانی کرواتے تھے کہ عالم ارواح میں رب کے ساتھ کیا جانے والے عہد کسی صورت ٹوٹنے نہ پائے۔

انبیاء کی بعثت کا سلسلہ نبی مکرم ﷺ پر مکمل ہوا۔آپ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا اس لئے آپ ﷺ پر اسلام کی دعوت کو ختم کردیا اب آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کے کندھوں پر یہ بشیر و نذیر کی ذمہ داری آن پڑی کہ وہ اس کو تاروز محشرانجام دیں۔بشیر و نذیر کے فریضہ و منصب کو نبھانے کے لئے ضروری و لازم تھا اور ہے کہ داعی کے پاس دین کا کافی و شافی ذخیرہ معلومات ہونا چاہیے ۔جس کے لئے لازمی ہے کہ ملت اسلامیہ کے داعی علم کی شمع سے قلوب

Downloaded From Tajassus.com

و اذہان کو معطر کریں۔دین اسلام نے ابتداہی سے علم کی اہمیت و افادیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس کے ماخذ و مصادر اور اس کے دائرہ کار کا بھی پہلی وحی میں تعین کردیا گیا۔جس کا بامحاورہ ترجمہ و مفہوم کچھ یوں ہے"تو پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیداکیا،پیداکیا انسان کو لوتھڑے سے ،تو پڑھ عزت و کرم والے رب کے نام سے،وہ جس نے تعلیم دی قلم کے ذریعہ سے ،سکھایا انسان کو وہ علم جسے وہ پہلے نہیں جانتاتھا"سورہ علق کی یہ پہلی پانچ آیات ہی قرآن کا پہلا و اساسی پیغام و دعوت ہے۔مولانا ابولحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یہ واضح کردیا گیا کہ علم اور مسلمان کاچولی دامن کا ساتھ ہے کہ وہ اسکے بغیرسماج میں پنپ نہیں سکتا،علم سکھے بغیروہ ترقی وکامرانی کی منازل طے نہیں کرسکتا۔اور ساتھ ہی انسان کو اس کی حیثیت سے بھی مطلع کردیا گیا ہے کہ وہ جتنا بھی بڑا بن جائے اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی اصلیت و ابتدا ایک لوتھڑے سے ہی ہوئی ہے۔

دنیاوی مناصب و عہدوں کے آجانے کے بعد انسان اپنے سے کمزور و ناتوں لوگوں پر سرکشی کرتاہے اور مارے غرور کے ان پر اتراتے ہوئے انسانوں کی تحقیر کا عمل کرتاہے اس سے اجتناب کے لئے باور کرادیا گیاکہ اللہ کی ذات و الاصفات ہی سب سے زیادہ معززو مکرم ہے لہذا انسان کو مغرور و مقہور بننے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔مولانا فرماتے ہیں کہ علم کے حصول کے مختلف ذرائع ہوسکتے ہیں انسانوں سے ملاقات و گفت و شنید کے نتیجہ میں بھی علم حاصل ہوتاہے ۔ مگر یہاں پر قرآن نے واضح بیان کر دیا ہے کہ علم حقیقی وہی ہے جس کی تعلیم دی جا رہی ہے وہ بذریعہ قلم یعنی لکھی ہوئی صورت میں حاصل ہو۔بدقسمتی سے آج کا انسان دنیا میں سائنسی ترقی و عروج کی وجہ سے ناتواں لوگوں پر ظلم و جور کا بازارگرم کرتے ہیں کیوں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں جدید ٹیکنالوجی ،سائنس اور علوم کائنات کو مسخر کرچکے ہیں تو اس پر اظہار تفاخر کرنا ان کا حق ہے اسی لئے اللہ نے واضح کردیا کہ ان لوگوں کے پاس وہی علم ہے جو ہم نے سکھلایا اسے مگر وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ جانتا تھا۔

پہلی وحی کی روشنی میں یہ بات کھل کرسامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے آغازاور اپنے پہلے ہی روز سے علم کی دعوت دترغیب دی۔اس طرح قرآن حکیم کی بے شمار آیات اور احادیث کے ذخیرہ میں بھی علم کے حصول کے فرض و لازم ہونے اور اس کے حصول میں مشغول و مصروف لوگوں کی منقبت بیان ہوئی ہے ۔

Downloaded From Tajassus.com

مثال کے طورپر فرمایا گیا حدیث میں کہ"علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر کی پاتال تک"اور"علم حاصل کرنا ہر مردوعورت پر لازم قرار دیا گیا" عالم کو عابد پر وہ فضیلت دی گئی جو نبی کو عام انسانوں کے مقابل میں حاصل ہے۔اس طرح کے متعدد اقوال و فرامین موجود ہیں جن سے علم کی اہمیت اور اس کی افادیت اور اسلام میں اس کے اہتمام کا پیغام ملتاہے۔صحابہ کرام کو نبی کریم کی اطاعت کرنا اور آپ ؐ کے ہرحکم پر جانثار کرنے کا پیغام دیا گیا ۔غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت کعب ابن مالکاور ان کے دوساتھیوں نے جمعہ کی نماز شہر میں اداکرنے کی نیت سے سفر جہاد میں نبی کریم ؐ کی مشارکت نہیں کی تو اللہ نے مسلمانوں کوان سے مقاطعہ کرنے کا حکم نازل فرما دیا۔

اسی اہتمام کی وجہ سے صحابہ کرام باوجود تجارت و زراعت اور دنیاوی کاموں میں مشغول رہنے کے ایک لمحہ کے لئے دین کی تعلیم سے دور نہیں ہوئے جیساکہ حضرت انس بن مالک کی روایات سے معلوم ہوتاہے کہ صحابہ کرام تعلیم و تعلم کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔وہ فرماتے ہیںکہ"کیا میں تمہیں تمہارے ان بھائیوں کے متعلق خبر نہ دوں جن کو ہم رسول اللہ کے زمانے میں "قرائ"کے نام سے پکارتے تھے ،وہ تعداد میں ستتر تھے ،رات کو مدینہ میں اپنے استاد کے پاس جاتے اور صبح تک پڑھتے رہتے ،صبح کو ان میں سے جو طاقتور ہوتے وہ میٹھا پانی بھر کر لاتے اور مزدوری کرتے ،یا لکڑی کاٹ کر لاتے اور فروخت کرتے ،جن کو گنجائش ہوتی وہ جمع ہوکر بکری خرید لیتے،اس کو بنالیتے اور وہ رسول اللہ ؐ کے حجروں کے پاس لٹکی رہتی"۔اسی طرح کا واقعہ حضرت عمر اور ان کے پڑوسی کا بھی ہے کہ وہ ایک روز کام کرتے اور دوسرے روز حلقہ تعلیم میں شامل ہوجاتے،اور جو کچھ نبی کریم ؐ کے اسنان مبارک سے سناہوتااپنے ساتھی کو بھی سکھا دیتے تھے۔

اسلامی تعلیم کی اہمیت و افادیت کو بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتاہے کہ ہم ملک پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام کامختصراجائزہ لیں۔تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ملک پاکستان برصغیر کا وہ عظیم خطہ ارضی ہے جس کو انگریز کی غاصبیت اور ہندوئوں کے اثر و رسوخ سے نجات حاصل کرتے ہوئے آزادی حاصل کیاگیا۔ اس امر کے متحقق ہونے کے لئے یہ صدابلند کی گئی کہ ہم مسلمانوں کے لئے آزادخطہ چاہتے ہیں اور اس کا ماٹو و نعرہ یہی ہوگا کہ "پاکستان مطلب کیا لاالٰہ الااللہ"۔مگر باعث افسوس امر یہ ہے کہ ملک پاک میں ابتداہی سے نوجوانوں

Downloaded From Tajassus.com

کی تعلیم و تربیت کو منظم و بہتر بنانے کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں اٹھایاگیا بعض اوقات شعبہ تعلیم وتربیت میں ترمیم و بہتری کے فیصلے ہوئے مگر عملا ان کا نفاذ نہ ہوسکا۔جس کا بدیہی نتجہ یہ ظاہر ہورہاہے کہ ملک پاکستان کا نوجوان اسلامی تعلیمات اور ارض مقدس کی محبت و مودت سے پہلوتہی کرچکا ہے۔ جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری سیاسی و سماجی قیادت میں بہت سی ایسی شخصیات ہیں جن کو قرآن مجید کی مختصر سورت کی تلاوت نہیں آتی اور اس کے ساتھ ہی اسلامی تعلیمات کے مفاہیم سے کوسوں دور ہیں۔جس کے نتیجہ میں آئے روز اسلام کے ٹھوس و بین احکامات کو بدلنے اور اس میں ترمیم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہیں حدود آرڈیننس کے نام پر تو کہیں شعبہ مالیات کو بہتر بنانے کے لئے سودکی حلت یا اس میمو جود سختی کو کم کرنے کا آوازہ لگایا جاتاہے اور پھر کہیں ناموس رسالت ایکٹ پر نظرثانی کا مطالبہ سامنے آتاہے۔اس طرح کے امور کا پیش آنا یہ ثابت کرتاہے کہ ہمارے سماجی و سیاسی ہستیوں کا اسلامی تعلیمات کو کسی انسانی و بشری صلاحیتوں اور کوششوں کا ثمر سمجھاجاتاہے اور اسے وحی ربانی اور نبی کریمؐ کی تعلیمات کا صدق دل سے اعتراف و احترام نہیں سمجھتے۔جبھی تو اس میں تغیر و تبدل کانعرہ لگاتا ہے۔

اس طرح کے سوالات اور شکوک و شبہات ہمارے قائدین کے ذہنوں میں کیوں پیداہوتے ہیں ؟اس کا صاف و کھراجواب یہی ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت درست خطوط پر نہیں ہوئی جبھی تو وہ اس طرح کے جاہلانہ مطالبے کرتے نظر آتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سماج میں تعلیم ادارے تین حصوں میں منقسم ہیں اول:دینی تعلیمی ادارے۔ثانی:سرکاری تعلیمی ادارے اور ثالث :پرائیویٹ و بیرونی تعلیمی ادارے۔اول درجہ میں دینی تعلیمی ادارے جن کی اہمیت و افادیت سے انکار ناممکن ہے بس المیہ کی بات یہ ہے کہ اسلام کے تصور تعلیم کو محدود مقید کردیاگیا ہے کہ قرآن و سنت کی تعلیم اور اس کے مشتقات کو ہی صرف اختیار کیاگیا جبکہ مظاہر کائنات اور کائناتی علوم سے پہلوتہی کی گئی جس کا ثبوت کسی بھی اہل علم وصاحب ذی شعور اور اہل سلف کی حیات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔البتہ جس امر پر اس تحریر کو مرتب کیا گیا وہ یہ ہے کہ سرکاری و پرائیویٹ تعلیمی ادارے جن کی خدمات کا اعتراف امر واجب ہے اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ سائنسی و کائناتی علوم کی حفاظت اور اس میں

Downloaded From Tajassus.com

تجدید کا فریضہ مسلم علماء ہی نے بااعتراف یونانیوں و دیگرمتطور تہذیبوںکے ساتھ کیا۔مگر بدقسمتی ہے کہ آج وہی مسلمان ایک طرف یاتو ان علوم سے غافل و دور ہے یا پھر انہی میں مشغول رہ کر اپنی زندگی بسر کردیتاہے اور اپنے مقصد تخلیق اور اس ابتکاری صلاحیت کے مصدر و ماخذ کو بھول بیٹھا ہے۔

پرائیویٹ وبیرونی تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تدریس کا سر سے انتظام ہی نہیں۔سائنسی مضامین کے اساتذہ کا تقرر مکمل قابلیت اور معیار کو چک کیا جاتا ہے اور پھر ان کی خدمت معاوضہ کی صورت میں بھی بہتر طور پر کی جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ اسلامیات کی تدریس اور اس کا امتحان متعدد تعلیمی اداروں میں شامل نصاب ہے ہی نہیں جیسے کہ پنجاب ایجوکیشن فائونڈیشن کے منتظمین صرف سائنسی مضامین کا ہی امتحان لیتے ہیں جس کے سبب وہ سکول جو اس ادارے کے زیرانتظام ہیں وہ اپنی اسلامی و ایمانی اور قومی ذمہ داری کو نبھانے سے اجتناب کرتے ہیں ان کا مقصود صرف پیسہ ہوتاہے اور وہ سائنسی مضامین میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے والے طلبہ کو ہی اداکیا جاتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیںکہ ہمارے عصری تعلیمی اداروں کی ترجیحات میں نقص و خلل موجود ہے کہ وہ سائنسی و تجرباتی علوم کے میدان میں اپنی خدمات و کوششوں کو بہتر سے بہتر بناکر پیش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہتمام بھی کرتے ہیں کہ ان کے پاس اساتذہ ماہرعلم و فن ہونے چاہیں مگر غیر سائنسی علوم اور خصوصا اسلامیات ایک ایسا مضمون بن چکا ہے کہ جس کی تعلیم کے لئے کسی بھی طرح کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔اسلامیات کی تدریس کے لئے ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جاتاہے جو صرف زبانی یا بطور حفظ اس مضمون کو یادکرکے بچوں کے سامنے ریکارڈنگ و اپنی صوت وآوازکے ساتھ منتقل کردیں مگر خوداسے اس مضمون کی حقیقت و روح کو سمجھنا اور طلبہ کو تفہیم کراناضروری نہیں سمجھا جاتا۔اسلامیات کے مضمون کی تدریس کے لئے ماہر اسلامیات یا اس شعبہ کے متخصص اساتذہ کا اہتما م اور تلاش کرنا ناپید عنقا ہے بلکہ دیگر مضامین کے اساتذہ حصول برکت یا وقت گذاری کے لئے اس کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے ہیں ۔سرکاری و غیرسرکاری تعلیمی اداروں میں بچوں کو نصاب میں شامل کتاب ہی صرف یادکروائی جاتی ہے تاکہ وہ امتحان میں پاس ہوسکے مگر اس امرسے اعراض کیا جاتاہے کہ یہ ایک

Downloaded From Tajassus.com

ایسامضمون ہے جس کا پڑھنا اور پڑھانادونوں عبادت ہے ۔مگر چونکہ مادیت اور تجارت کے عنصر نے ہمیں اندھاوبہرہ کردیا ہے کہ ہم اپنی عاقبت کی فکر سے غافل ہوگئے ۔اس کا نتیجہ یہ نکل رہاہے کہ یہی تعلیم یافتہ نوجوان جس کی اسلامی و اخلاقی تعلیم و تربیت میں تغافل سے کام لیا تھا جہاں پر وہ اسلام و دین کی تفہیم و تعلیم سے جاہل ہوتاہے وہیں پر وہ معاشرہ میں فتنہ و فساد کے فروغ دینے کا موجب بھی بنتاہے۔وہ نہ تو والدین کا ادب کرتاہے ،نہ ہی چھوٹوں پر شفقت،نہ ہی انسانیت کا درد ہوتاہے اس کے سینے میں ،اس کے ساتھ وہ ایک بے حس و بے حیا اور خود غرض انسان بن جاتاہے ۔جس کا ظاہری ثمرکرپشن ،چورپازاری اور لوٹ مار،رشوت کی صورت میں ملتا ہے۔

تعلیمی اداروں میں اسلامیات کو بنیادی و اساسی حق دیا ہی نہیں جاتااس کی تدریس کے لیے مفت خدمات پیش کرنے والے حضرات کی جستجو کی جاتی ہے جب ایسا ہوگا تو ظاہر سی بات ہے کہ وہ استاذ اس سبق اور مادہ پر اس حیثیت سے محنت نہیں کرے گا کیوں کہ اس کو اپنی ذاتی زندگی کے گذربسر کے لیے جیب خرچ کی تو ضرورت ہوتی ہی ہے جو اسے کسی دوسرے مقام پر کام کرکے حاصل کرنا پڑتی ہے۔یا پھر سکول و کالج میں موجود یگرمضامین کے اساتذہ سے خدمات مسعار لی جاتی ہیں اور اس صورت میں بھی اساتذہ طلبہ کے مستقبل کے ساتھ کھلواڑ کررہے ہوتے ہیں۔یہ ہمارے معاشرے کی بدقسمتی ہے کہ سکول وکالج میں اساتذہ یا تدریس کے فرائض کماحقہ ادانہیں کرتے کہ ان کی حرس و ہوس ہوتی ہے کہ بچہ ان الگ فیس اداکرکے اکیڈمی میں ان سے استفادہ کرے ۔ اسی طرح سکول وکالج کی انتظامیہ بھی طلبہ سے بھاری بھر فیسیں وصول کرلیتے ہیں مگر ان کی تعلیم و تدریس اور خصوصاً اسلامیات ،اردو،مطالعہ پاکستان جیسے مضامین کی معیاری تدریس کا انتظام نہیں کرتے اگر میں یوں کہوں کہ وہ ادارے طلبہ کے مستقبل کو تاریک بنانے میں اہم کردار اداکررہے ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی تعلیمی اداروں کی تعریف کرتے ہوئے کہاہے کہ ”عہد حاضر کے ماہرین تعلیم نے اتفاق کیا ہے کہ”تعلیم کوئی ایسا تجارتی سامان نہیں ہے جو درآمد یا برآمد کیا جاسکے ،مثلاًمصنوعات ،کچامال یا وہ ایجادات و ضروریات جو کسی ملک اور علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ،وہ ایسالباس ہے جو ان اقوام کے قدوقامت و جسامت کی ٹھیک ناپ کے مطابق

Downloaded From Tajassus.com

تراشااور سیاجاتاہے اور پسندیدہ و محبوب علم و فن اور ان مقاصد کو سامنے رکھ کرتیارکیا جاتاہے جن کے لئے وہ ہر طرح کی قربانی دے سکتی ہیں،تعلیم صرف اس عقیدہ کو مضبوط کرنے کا ایک مہذب و شائستہ طریقہ ہے جس کا حامل یہ ملک یا قوم ہے ،اس کا مقصد فکری طورپر اس کو غذا دینا،اس پر اعتماد کرنا اور اگر ضرورت ہو تو علمی دلائل سے اس کو مسلح کرنا ہے،وہ اس عقیدہ کے دوام و بقاکا وسیلہ اور بے کم وکاست آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا ایک طریقہ ہیت،نظام تعلیم کی بہترین تعریف یہ ہے کہ والدین اور مربیوں اور نگرانوں کی اس سعی پیہم کا نام ہے جو وہ اپنی اولاد کو اپنے دین و ملسک پر قائم رکھنے کے لئے کرتے رہتے ہیں ۔اور ان بچوں کی اسطرح تربیت کرنا کہ وہ ان کے ورثہ کے جسے انہوںنے اپنے اباو اجدادسے حاصل کیا تھا کے صالح و اہل وارث و امین ثابت ہوں،اور ان کے اندر اس ثروت میں اضافہ اور توسیع اور اس کو ترقی دینے کی پوری صلاحیت ہو

ANS 02

علم کامیابی کی شاہ کلید ہے ،دنیا کے کسی بھی شعبہ میں بلندی حاصل کرنے کیلئے حصول علم ضروری ہے ،حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری ہے ، سماج ومعاشرہ میں اسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ،مذہب اسلام نے بھی اس پر بے پناہ توجہ دی ہے ،قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت میں حصول علم کی ترغیب دی گئی ہے ،جنگ بدر کے قیدیوں کے تبادلے کے وقت بھی نادار قیدیوں سے، جو فدیہ کی ادائیگی سے قاصر تھے تاہم لکھنا پڑھنا جانتے تھے، انہیں حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ چنانچہ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

یہ واقعات بتانے کیلئے کافی ہیں کہ اسلام میں علم کی اہمیت روزاول سے ہے، ،دینی اور عصری تقسیم کے بغیر علم نافع کا حصول مسلمانوں کیلئے ضروری ہے ،قرآن وحدیث کے ساتھ سائنس اور عصری علوم سیکھنا ہمارے فرائض میں شامل ہے ،جس طرح مسلمانوں پر نمازہ روزہ اور دیگر احکامات فرض کئے گئے ہیں، اسی طرح خلافت وحکومت اور جہاں بانی کی ذمہ داریاں بھی مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے، اس لئے دینی علوم کے ساتھ عصری علوم

Downloaded From Tajassus.com

کا حصول بھی مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہیں اور شروع سے مسلمان اس پر عمل پیرارہے ہیں۔

چناں چہ ماضی قریب تک پوری دنیا میں ایک ہی تعلیمی نظام رائج تھا ،دینی وعصری علوم کی کوئی تفریق نہیں تھی ایک ہی درسگاہ میں قرآن،حدیث ، تفسیر ،فقہ ،نحو، صرف اوربلاغت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی اور سائنس ،ریاضیات، ایڈمنسٹریشن ،جغرافیہ ،فلکیات کا بھی درس دیا جاتاتھا ،لیکن انقلابات زمانہ نے اس نظام کو یکسر بدل کررکھ دیا ،عالم اسلام کے زوال اور انگریزوں کے بڑھتے اثر ورسوخ نے دنیا بھر میں ایک نیا تعلیمی نظام متعارف کرایا جو سابقہ نصاب سے مکمل مختلف تھا، اس میں اسلامیا ت ختم کردیا گیا ،بلکہ یوں کہ لیجئے اسلام سے متصادم ایک نصاب تیا رکردیا گیا جس میں اسلامیات کے ساتھ اخلاقیات کا بھی فقدان ہے اور اس نصاب کا پڑھنے والا مغرب کا شیدائی اور اسلام مخالف بن کر نکلتاہے۔ لیکن زمانے نے پھر کروٹ بدلی ،مسلمانوں نے شعور سے کام لیا ،اپنے تعلیمی نظام کو اسلامیات سے جوڑنے کی فکر کی ،اوراس طرح ماضی کے طرز پر اسکول کے قیام کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، عرب اوردیگر مسلم ممالک نے انگریزوں کے تیارکردہ نصاب تعلیم کو من وعن پڑھانے کے بجائے اس میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں،اسلامیات کو شامل کیا ہے،ہندوستانی مسلمانوں نے بھی اس سلسلے میں پہل کرتے ہوئے اس طرز کو اپنانے کوشش کی ہے ،یہاں سیکولر حکومت ہے اس لئے سرکاری اسکولوں میں تو اس طرح کا نصاب ممکن نہیں ہے، اس لئے اس طرح کے پرائیوٹ ادارے کا قیام شروع ہوگیا ہے جہاں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی نظم ہے اور مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت مغربی تہذیب کے بجائے اسلامی مزاج کے مطابق کی جاتی ہے ،اسی سلسلے کی ایک کڑی دہلی کے مسلم اکثریتی علاقہ شاہین باغ میں واقع رحیق گلوبل اسکول ہے جس نے گذشتہ چندسالوں میں نمایاں کارکردگی کامظاہرہ کیا ہے اور قوم کے نونہالوں کی تربیت اسلامی ماحول میں کرکے اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی ہے ۔رحیق گلوبل اسکول کی شاندار کامیابی کے بعد اس کے ڈائریکٹر جنا ب ڈاکٹر ظل الرحمن صاحب نے دس قدم آگے بڑھتے ہوئے اب ایک ایسا نصاب تیا ر کرنے کابھی فیصلہ کیا ہے جو دینی اور عصری دونوں علوم کا مجموعہ ہو،جس میں اسلامیات کا سبق بھی اور زمانے کے ر ائج علوم بھی ہوں،تاکہ ایک بچہ جب

Downloaded From Tajassus.com

اسکول سے نکلے تو وہ دنیا وی علوم کے ساتھ دینی علوم سے بھی واقفیت رکھتاہو،خالق حقیقی سے اس کا رشتہ ہموار ہو،اپنے وجود کا اصل مقصد اسے معلوم ہو۔ڈاکٹر ظل الرحمن صاحب نے اپنے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا عزم کیا ہے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے نرسری سے لے کر کلاس دس تک اسلامیات کا کورس تیار کرنے کے سلسلے میں عملی اقدام کرتے ہوئےNew Approach to Islamic Studies کے نام سے فی الحال دو کتابیں تیار کی ہیں جو الحمد للہ منظر عام پر آچکی ہیں،یہ دونوں کتابیں نرسری، ایل کے جی اور یوکے جی کے طلبہ وطالبات کیلئے ہیں ۔ New Approach to Islamic Studies کا پہلا اور دوسرا حصہ ہمارے سامنے ہے ،اس میں مصنف نے اسلامی احکامات اور دین کی بنیادی معلومات کو انتہائی سادہ اور سلیس زبان میں بیان کیا ہے،بسم اللہ ،قرآن کریم کچھ مخصوص آیتیں ،احادیث کے ٹکرے ،کھانے ،پینے ،سونے، جاگنے کی دعائیں جیسی چیزیں لکھی گئی ہیں اور انگلش میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے ، اس کے علاوہ اعداد،حروف تہجی اور دیگر بنیادیں چیزیں بھی شامل ہیں ، ساتھ میں ہرباب میں کارٹو ن بھی بنایا گیا ہے ، عملی مشق سے بچوں کو ذہن نشیں کرانے کا انداز اختیا ر کیا گیا ہے۔اس موضوع پر یا اس فکر پر مبنی یہ کوئی پہلی کتاب نہیں ہے ،اس سے قبل بھی کئی لوگ لکھ چکے ہیں بلکہ اس طرح کے اکثر اسکولوں نے اپنا نصاب تیار کررکھاہے جہاں اپنے طلبہ کواپناتیارکردہ نصاب پڑھاتے ہیں؛لیکن ڈاکٹر ظل الرحمن صاحب کے تیارکردہ اس نصاب کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اسے بالکل عام رکھاہے ،سادہ انداز اختیارکیا ہے، دین کی بنیادی معلومات کو انگریزی کے قالب میں ڈھالتے ہوئے کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ تین سال کا بچہ انگریزی بھی سیکھ لے گا اور اسے مذہب کی تمام بنیادی باتیں بھی معلو م ہوجائے گی یعنی ایک ساتھ دوکام ہوجائے گا ،اس نصاب کو پڑھنے کے بعد علاحدہ کسی مکتب میں جاکر خاص مذہبی تعلیم سیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی ۔ نیز کہیں بھی کسی بھی ادارے میں اسے پڑھایاجاسکتاہے،چھوٹے بچوں کو انگلش ٹیوشن پڑھانا ،یامکتب کے بچوں کو دعا وکلمہ یاد کرانے کیلئے بھی یہ کتاب مفید ثابت ہوگی ، اس کتاب کو ان مدرسوں کے نصاب میں بھی شامل کیاجاسکتاہے جہاں ابتدائی درجات میں طلبہ کو انگلش زبان سکھائی جاتی ہے ،اس کتاب کے پڑھانے سے طلبہ کو انگریزی زبان میں بہت آسانی ہوگی ساتھ

Downloaded From Tajassus.com

ہی ان کی عربی بھی بہتر ہوگی ،کیوں یہ کتاب انگلش اور عربی میں ہے اوراسے پڑھنے کے بعد دونوں زبانوں کی یکساں معلومات حاصل ہوگی ۔

ANS 03

تعلیم ایک ایسا موضوع ہے جو اٹھارہویں صدی کے بعد سے ہی ہمارے درمیان ایک سنجیدہ بحث اور تحقیق کا عنوان بن چکا ہے -اس لئے جب ہم اس موضوع پر بحث کرنے کی جرات کرتے ہیں توہمیں ہندوستان میں جدید درس وتدریس اور تعلیمی قافلے کے روح رواں سرسید احمد خان, صابو صدیق, مولانا شبلی, مولانا حمیدالدین فراہی اور مولانا علی میاں ندوی سے لیکر ڈاکٹر رفیق ذکریا غلام وستانوی, ولی رحمانی , ڈاکٹر ذاکر نایک اور مبارک کاپڑی کی کاوشیں بھی ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے اور یہ بات بھی ذہن میں ضرور رہے کہ دنیا میں ایک مسلمان کی اپنی حیثیت اور شناخت ایک داعی اور قائد کی طرح ہے- قائد اگر تعلیم یافتہ اور بیدار نہ ہو تو وہ کسی قوم اور قافلے کی رہنمائی کبھی نہیں کر سکتا-ایک مسلمان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ انسان کی اصل زندگی مرنے کے بعد شروع ہونی ہے - مگر یہ زندگی بھی اسی وقت خوبصورت ہو سکتی ہے جبکہ اس کی دنیا خوبصورت ہو- دنیا کو خوبصورت اور پرامن بنانے کیلئے لازمی ہے کہ انسان اپنے پیدا ہونے کی حقیقت اور خالق سے بھی ضرور واقف ہو - علم غیب کی اس حقیقت کو چاک کرنے کیلئے یہ بھی لازمی ہے کہ انسان ایسے لوگوں اور ماحول کو اختیار کرے جو اسے حالات حاضرہ سے واقف کرانے میں مدد کرے - یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ تعلیم بذات خود نہ تو کوئی مقصد ہے اور نہ ہی اسلام بلکہ یہ ایک ہتھیارہے جو انسانی ذہن سے جہالت اور اندھیرے کے پردے کو چاک کرکے انسان کو صراط مستقیم یا صحیح رخ کے تعین کا فیصلہ کرنے میں مدد کرتی ہے - آج کے دور میں انسانی ضروریات اور ایجادات نے جس طرح صنعت وتجارت اور ٹکنالوجی کے شعبے کو وسعت دی ہے علم و ہنر اور تحقیق و جستجو کے زاویے میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے بلکہ گلوبلائزیشن اور جیومیٹری کی زبان میں ایک دائرے کے 360ڈگری کا زاویہ جو اٹھارہویں صدی کے پہلے تک نامکمل یا ابتدائی مراحل کے دور میں تھا اب اکیسویں صدی میں تقریباً مکمل ہونے کے قریب ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ انسان اپنی ترقی اور علم کی اس انتہا کو پہنچ چکا ہے جسے اگر انسانی اخلاق و اقدار کے پیرہن میں نہیں ڈھالا گیا تو اس پورے معاشرے کی تباہی یقینی ہے اور کسی حد تک ہم اس اندھی ترقی

Downloaded From Tajassus.com

کے تباہ کن نتائج سے آشنا بھی ہو رہے ہیں - ایسے میں ایک طالب علم کے پاس جبکہ بچپن سے بڑھاپے تک کسی بھی سبجیکٹ یا عنوان پر عبور حاصل کرنے کیلئے صرف شروع کے تیس سال کا وقفہ ہی درکار ہوتا ہے اور اس وقفے میں بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہی ہوجائے اور جس طرح اس کے بعد اس کی پوری زندگی معاشی اور گھریلو زندگی کی جدوجہد اور ضروریات کی تکمیل میں ہی سرف ہوجاتی ہے یہ ناممکن ہے کہ وہ جدید دور کے 360 ڈگری کے تحقیقی اورعلمی زاویے کو طئے کر پائے - ہمارا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس تیس سال کے تعلیمی وقفے کے دوران اگر بچے کو کوئی ٹھوس اخلاقی تعلیم نہیں دی گئی یا وہ انسانی اقدار اور اپنے پیدا ہونے کے مقصد یعنی اقراء بسم ربک الذی خلق سے غافل اور محروم رہ جاتا ہے تو وہ اپنی باقی کی زندگی میں اپنی اس غیر اخلاقی دنیاوی اور مادی تعلیم کی کامیابی اور ناکامیابی دونوں ہی صورتوں میں جو فسادات برپا کریگا اس کا تصور آج کے اس مادہ پرست مسابقت اور سرمایہ دارانہ نظام میں بخوبی کیا جاسکتا ہے جہاں ہر شخص اپنے ہاتھ میں تحریر و تقریر کی شکل میں سازش اور بارود کی شکل میں پتھر لئے کھڑا ہے اور اس موقع کی تلاش میں ہے کہ اگر کوئی بات اس کے مزاج اور توقع کے خلاف ہو تو وہ اس پتھر کو اپنے مخالف کے سر پر دے مارے - یا ناکامی کی صورت میں اسی ہتھیار کو اپنے سر پر دے مارے -

ایسے میں علمبرداران اسلام کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ انسان کے اندر سے اس جانور کو ختم کرنے اور اسے تباہی کے ہتھیار میں تبدیل ہونے سے پہلے ہی اسلامی اخلاق و اقدار کی تعلیم سے روشناس کرائیں- ہمارے ملک میں دعوت و تبلیغ میں مصروف مختلف تنظیمیں یہ کام کر بھی رہی ہیں اور جو لوگ ان تنظیموں سے جڑے ہیں اس کے فائدے سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا مگر ادیان باطل یا خالص مادہ پرست طاقتوں کے مقابلے میں یہ تحریکیں اگر پر اثر نہیں ثابت ہورہی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ باطل طاقتوں کو اقتدار حاصل ہے اور وہ جہاں اپنی تمام جدید حکومتی ذرائع اور وسائل کے ساتھ اپنے استعماری عزائم کی تکمیل کیلئے اسلامی تعلیمات اور اصول پر حملہ آور ہیں مسلمانوں کے قافلے کا بھی ایک کثیر گروہ نادانستہ یا اپنی مادی کمزوری کی بنیاد پر ان کی جماعت کا سپاہی ہے - ہمارا یعنی مسلم علماء اور اہل دانش کا مسئلہ یہ ہے کہ

Downloaded From Tajassus.com

جس طرح ارباب اقتدار اپنے باطل نظریات کو باقاعدہ اسکولوں اور کالجوں کے ذریعے مشتہر کر رہے ہیں ہمارے پاس بھی دعوت و تبلیغ کا کوئی ٹھوس منصوبہ نہیں ہے اور ہم آج بھی گلی کوچوں میں لیٹریچر بانٹ کر یا نماز کی دعوت دے کر مطمئن ہیں - جبکہ ہمارے انبیاء کرام کی سنت یہ رہی ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے اس اخلاق و اقدار کی دعوت کو وقت کے نمرود , فرعون اور سرداران قوم کے سامنے پیش کیا -اس کی وجہ یہ ہے کہ سماج اور معاشرے کے بگاڑ میں وقت کے عالم و حاکم اور سرداران قوم کا اس لئے بھی اہم کردار ہوتا ہے کیوں کہ عوام پر ان کی گرفت ہوتی ہے -چونکہ حالات میں بدلاؤ آچکا ہے اور معاشرے کی باگ ڈور اور قسمت کا فیصلہ سیاست دانوں کے ساتھ ساتھ کالجوں کے پروفیسر اور اسکولوں کے ٹیچر, اخبارات کے ایڈیٹر اور قلمکار کرنے لگے ہیں اس لئے موجودہ دور میں یہ کام اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں اخلاق و اقدار کی اسلامی تعلیم کی شمولیت کے ذریعے کیا جاسکتا ہے تاکہ ان اسکولوں سے فارغ ہوکر جب ایک مسلمان بچہ کالج یا یونیورسٹی کی دہلیز پر قدم رکھے تو غیر مذاہب کے پختہ اور ذہین بچوں کے سوالوں کا باآسانی جواب دے سکے - ہندوستان جیسے کثیر المذاہب سماج میں چونکہ کالجوں کی سطح تک اسلامی نصاب تعلیم کو شامل کروانا بہت مشکل ہے مگر مسلمان اپنے ذاتی اداروں میں پری پرائمری اور سیکنڈری تک اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مبنی ایسا تعلیمی نصاب تیار کریں تاکہ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ سرکاری اسکول بورڈ کے ہم جہتی نصاب کو بھی مکمل کروانا مشکل نہ ہو - ممبء میں آجکل کئی ایسے اسکول کھل چکے ہیں جو جدید تعلیم کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر بھی بھر پور محنت کر رہے ہیں جس کی شروعات سب سے پہلے ڈاکٹر ذاکر نایک کی طرف سے ہوئی ہے اور اب تو ایسے دسیوں اسکول وجود میں آچکے ہیں اورغالباً اس طرح کے ہائی پروفائل اسکولوں کی شروعات ساؤتھ افریقہ پاکستان اوردبء وغیرہ سے ہوئی ہے جسے ممبء میں سب سے پہلے ڈاکٹر ذاکر نایک نے اسلامک انٹرنیشنل اسکول کے نام سے شروع کیا اور وہ کامیاب بھی رہے اور اب ہماری معلومات کے مطابق ممبء میں کم سے کم ایسے دسیوں اسلامک اسکول کھل چکے ہیں جو ہندوستان میں بابری مسجد کی شہادت اور 9/11 کے بعد عالمگیر سطح پر اسلام کی مقبولیت نے خود مسلمانوں کو بھی ایک بار پھر اسلام کی طرف راغب ہونے پر آمادہ کیا - اسی

Downloaded From Tajassus.com

سلسلے میں ایک بار ہماری ملاقات برطانیہ کے ایک ہم عصر اسلامی اسکالر عیسیٰ منصوری صاحب سے بھی ہو چکی ہے جو برطانیہ میں مقیم مسلمانوں میں اسلامی بیداری پیدا کرنے کیلئے ایسے کئی اسکول قائم کر چکے ہیں اور وہ اپنے اس مقصد کی تکمیل کیلئے دنیا کے دیگر اسلامی ممالک کا دورہ بھی کرتے رہتے ہیں - خاص طور سے پاکستان میں ان کے اس منصوبے پر بہت ہی وسیع پیمانے پر کام ہو رہا ہے - اب ضرورت اس بات کی ہے کہ پچھلے پندرہ سالوں میں جہاں دس سے بارہ اسکول امیر وکبیر گھرانے کے بچوں کیلئے کھولے گئے ہیں جس کی ماہانہ فیس تقریباً چار سے پانچ ہزار ہے ایسے اسکول بھی قائم ہوں جہاں پسماندہ اور اوسط آمدنی کے لوگ بھی جو اپنے بچوں کو کانونٹ اور مشنری اسکولوں میں بھیجنے کیلئے مجبور ہیں انہیں بھی اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کے ساتھ متبادل راستہ مل سکے - جوگیشوری میں ملت اور اسلامک اسکالر کے نام سے کچھ ایسے اسکول قائم ضرور ہوئے ہیں لیکن کانونٹ کے مطلوبہ معیار کو نہ پہنچنے کے سبب ان کی شہرت میں کچھ گراوٹ آئی ہے - ضرورت اس بات کی ہے کہ جو وقت اور سرمایہ ہمارے لوگ دعوت و تبلیغ کیلئے باہر کی دنیا اور اجتماعات میں سرف کر رہے ہیں ان اسکولوں کے معیار بلند کرنے میں بھی لگایا جائے تاکہ ہمارے بچوں میں ڈراپ آوٹ کی کمی ہو اور یہ بچے زیادہ سے زیادہ اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہو کر کالجوں میں داخل ہوں اور وقت کے روہت وومیلا اور کنہیاؤں کی ذہن سازی کر سکیں · دوسرے لفظوں میں ہمارے عام مبلغین کا جو پیغام ہندو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پہنچنا ناممکن ہو رہا ہے ان بچوں کے ذریعے پہنچانے میں آسانی ہو - اسلامک انٹرنیشنل ہائی اسکول کے مالک ڈاکٹر ذاکر نایک اور صفا اسلامک ہائی اسکول کے مالک مرحوم شہاب بھائی کیلئے یہ کام اس لئے ممکن ہو سکا کیوں کہ وہ جدید تعلیم یافتہ اور بچپن سے ہی دیندار تھے اللہ نے ان کے والدین کو بے شمار دولت سے بھی نوازہ تھا - ہندوستان میں مرحوم شہاب اور ذاکر نایک کی طرح اور بھی شخصیات ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کی نظر میں اس طرح کے اداروں کی افادیت کا علم اور اندازہ نہ ہو اس لئے میں دعوت و تبلیغ میں مصروف ہندوستان کی تمام تحریکوں سے کہنا چاہونگا کہ وہ اس طرح کے تعلیمی منصوبوں کے ساتھ وقت کے شہاب و ثاقب کے سامنے اپنی دعوت پیش کریں- اس طرح نہ صرف دعوت کے فرائض بھی ادا ہوں گے· اس کوشش سے ہندوستان

Downloaded From Tajassus.com

کے پسماندہ علاقوں میں بھی قائم ہونے والے اسکولوں سے دیگر پسماندہ مسلم طبقات بھی مستفید ہو سکیں گے نیز ان اسکولوں سے نکلنے والے بچے کالجوں میں دیگر برادران وطن کی ذہن سازی میں معاون ہو سکتے ہیں -ایک سستی اور اسلامی ماحول میں تعلیم کا یہ کام مسجدوں کے ذریعے بھی انجام دیا جاسکتا ہے جو کہ نماز کے باقی اوقات میں خالی ہی رہتی ہیں جیسا کہ بنگلور اور چنئی کی کچھ مسجدوں کو جدید تعلیم کیلئے استعمال میں لیا جا چکا ہے

ANS 04

فن ترجمہ کے اصول و قواعد' طریقہ کار کے حوالے سے اختلاف ابتداء ہی سے رہا ہے۔تاہم ناقدین اور مترجمین نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے وضاحتیں کیں جس کے نتیجے میں چند ایک اصول و قواعد سامنے نظر آتے ہیں جنہیں حتمی نہیں کہا جا سکتاالبتہ یہ بنیادی اصول ترجمہ کرنے والے کی راہ میں جگنو کی سی روشنی کا کام ضرور دیتے ہیں۔

سید باقر حسین نے الفاظ اور عبارت کا ترجمہ کرنے کے لیے علیحدہ علیحدہ اصول بیان کیے ہیں اور ان کے نقطہ نظر کے مطابق الفاظ کا ترجمہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ:

۱) ترجمہ صحیح ہونا چاہیے۔

۲) حتی الامکان عام فہم ہونا چاہیے۔

۳) سبک اور خوبصورت ہونا چاہیے۔

جبکہ عبارت کا ترجمہ کرنے کے لیے انہوں نے پانچ بنیاد ی اصول بتائے ہیں ۔

۱) ترجمہ حتی الامکان تحت اللفظ ' اصل عبارت کا محض خلاصۂ مطلب نہیں ہونا چاہیۓ۔

۲) ترجمہ حتی الامکان محاورۂ زبان کے مطابق ہونا چاہیے۔

۳) الفاظ کے وزن اضافی کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ اصل عبارت میں ان کی جو اضافی اہمیت ہے وہ ترجمے میں باقی رہے۔

۴) حتی الامکان ایسے الفاظ کے ترجمے سے گریز کرنا چاہیے جن کے مترادفات اردو میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ زبان کو وسعت دینے کا طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر لفظ کا مترادف تلاش کرنے کی کوشش کی جائے خواہ وہ مترادف نا مانوس ہی کیوں نہ ہو۔

۵) اصل عبارت میں .جملہ اگر اس قدر پیچیدہ اور لمبا ہو کہ اس کے تحت اللفظ

Downloaded From Taiassus.com

ترجمہ کرنے سے معنی میں الجھاؤ پیدا ہو تو ایسی صورت میں جملے کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر لینا چاہیۓ۔(۱)

ترجمے کے عمل میں پہلا درجہ الفاظ کے صحیح ترجمے تک رسائی ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے الفاظ تلاش کئے جائیں جو عام فہم ہوں اور ابلاغ کی صلاحیت رکھتے ہوں جہاں تک اصل (Text) یعنی متن کے الفاظ کے سبک اور خوبصورت ہونے کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کرتے وقت بھاری بھرکم الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیئ تاکہ مطلب کی وضاحت اور اظہار کی قوت میں مُشکل پیش نہ آئے۔ جبکہ لفظی ترجمے کا عمل اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے کیونکہ ہر لفظ کا اپنی تہذیبی ثقافتی پس منظر ہوتا ہے۔کسی لفظ کی مخصوص فضا سے وابستگی کو سمجھے بغیر اس کاترجمہ متبادل لفظ کے طور پر استعمال کر دینا' ابہام پیدا کر سکتا ہے۔ ترجمے کا یہ عمل اس وقت اور بھی پیچیدہ ہو جاتا ہے جب دو زبانوں (S.L) اور (T.L) دونوں کا تعلق لسانی حوالے سے مختلف ہو۔ کیونکہ ہر زبان کے الفاظ' معنی' صوت اور گرامر کے ڈھانچے میں اختلاف کے باعث جملوں کی ساخت اور ان کے استعمال کے طریقۂ کار میں تبدیلی آجاتی ہے جسطرح کہ انگریزی اور اردو زبان ایک دوسرے سے لسانی تناظر میں مختلف ہیں جبکہ اردو زبان عربی فارسی اور پاکستانی زبانیں (پنجابی ' سندھی' سرائیکی' کشمیری' ہندکوو دیگر کئی زبانوں سے لسانی اشتراک رکھتی ہیں۔ اس پہلو سے وضاحت کرتے ہوئے ممتاز مترجم شاہد حمید کہتے ہیں:

''زبانیں ایک دوسرے کے قریب ہوں تو ترجمہ اتنا زیادہ مشکل نہیں رہتا جیسے فارسی اور عربی کی تخلیقات کو اُرد ومیں ترجمہ کرتے وقت زیادہ دشواری اس لئے پیش نہیں آتی کہ جملوں کی ساخت مختلف ہونے کے باوجود اُردو کا ذخیرۂ الفاظ زیادہ تر انہی دو زبانوں سے آیا ہے''۔(۲)

اگر (S.L) اور (T.L) دونوں کا تعلق ایک ہی لسانی گھرانے سے ہو تو ترجمہ کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ لیکن جب دو زبانوں کا لسانی تعلق مضبوط نہ ہو تو ایسی صورت میں مشکل پیش آتی ہے یہ صورتحال ترجمہ نگاری میں چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے میں مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ S.L اور T.L دونوں پر عبور رکھتا ہو۔ دونوں زبانوں کی لسانی باریکیوں سے آگاہی رکھتا ہو۔ ادبی متن کے حوالے سے خاص طور پر جملے کی ساخت' محاورے کے

Downloaded From Tajassus.com

استعمال میں مشاق ہو۔ مترجم معنی اور مفہوم کو اچھے انداز سے ترجمہ کرے تاکہ ترجمہ کی جانے والی زبان(T.L) کو اسلوب کی تازگی میسر آسکے۔ اردو زبان میں انگریزی اور دیگر غیر ملکی زبانوں سے تراجم کے ضمن میں یوں تو کام ۱۸ویں صدی سے جاری ہے لیکن اس کام کو قابل اعتنا نہ سمجھنے کی وجوہات بھی قابل فہم ہیں جن کی طرف معروف نقاد حسن عسکری اپنے ایک مضمون میں کچھ اس طرح سے اشارہ کرتے ہیں:

''ترجمے کی بدولت ہمیں ایسا تخلیقی جذبہ نہیں ملتا جیسا سرشار کو مل گیا تھا نہ ان کے ذریعے ہماری نثر کے ا سالیب میں کوئی اضافہ یا تغیر ہوتا ہے''(۳)

حسن عسکری نے فن ترجمہ نگاری کے ضمن میں جو سخت لہجہ اپنایا ہے یہی وہ نکتہ ہے جو اس بات پر غور فکر کی دعوت دیتا ہے۔ کہ کسی ادبی متن کو دوسری زبان (T.L) میں اس کے موافق اسلوب میں پیش کرنا چاہئیے ۔ مغرب کے انشائیوں کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے والے معروف انشائیہ نگار او مترجم سلیم آغا قزلباش ترجمے کی مبادیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

''ترجمہ چاہے ملکی زبان سے غیر ملکی زبان میں کیا جائے یا غیر ملکی زبان سے ملکی زبان میں' اس کی عموماً دو(۲) ہی صورتیں مروج ہیں۔ اولاً آزاد ترجمہ ثانیاً لفظی یا با محاورہ ترجمہ۔ آزاد ترجمہ کرتے وقت مترجم کی طرف سے حذف و اضافہ کا عمل نمایاں ہوتا ہے لہٰذا اس نوع کے تراجم کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری اصل فن پارہ کا محض ایک ہلکا سا تاثر ہی قبول کر سکتا ہے۔ اس کے بر خلاف لفظی ترجمہ کا فریضہ احسن طریق سے انجام پا جائے تو ایسی صورت میں قارئین تک اصل تخلیق کی ترسیل کے امکانات بڑھ جاتے ہیں''(۴)

آزاد اور لفظی ترجمہ --مغربی اصطلاح ہے دونوں طریق کار کے مطابق اصل متن کو دوسری زبان (T.L) کے توسط سے قارئین تک ' اس خوشبو کو پہچانا ہے جو معنوی اور ظاہری صورت میں وحدت تاثر کو قابو میں رکھے۔اس طرح آزادانہ ترجمے میں تخلیقی اور جمالیاتی طرز عمل کو اپنایا جاتا ہے جبکہ لفظی ترجمہ معنی سے اپنی رشتہ برقرار رکھتا ہے اور اس طرح کے ترجمے کو دیانت دارانہ عمل کہا گیا ہے کیونکہ لفظی ترجمے میں مترجم اصل متن اور تخلیق کار سے وفاداری نبھاتا ہے

ANS 05

ارسطو کی منطق اور علماء و مفتیانِ کرام

Downloaded From Tajassus.com

کبھی کبھار سوچتا ہوں کہ مولوی/مفتی صاحبان کو خراب کرنے میں ارسطو کی منطق کا بہت عمل دخل ہے۔ مدارس میں یہی منطق پڑھائی جاتی ہے۔

(منطق ایسے قوانین کا علم ہے جن کو لاگو کرنے سے ہمارا ذہن غور و فکر میں غلطی سے بچ جاتا ہے، گویا منطق صحیح فکر کے ضوابط بتاتی ہے۔ اِس کی دو قسمیں ہیں، استخراجی منطق اور استقرائی منطق۔ ارسطو نے استخراجی منطق کی طرح ڈالی، وہی مدارس میں داخل ہے)

ارسطو کی منطق میں زیادہ زور استخراج پر دیا جاتا ہے کہ کس طرح دو قضیوں (جملوں/دعوں) کو ترتیب دیا جائے تو نتیجہ درست نکلے گا، اِس ترتیب کی چار صورتیں گنوائی جاتی ہیں۔ ایک صورت کی مثال دیتا ہوں، جیسے زید انسان ہے۔ یہ ایک قضیہ (جملہ/دعویٰ) ہے۔ ہر انسان فنا ہونے والا ہے، یہ دوسرا قضیہ (جملہ/دعویٰ) ہے۔ اب دونوں کو ملاتے ہیں

زید انسان ہے (دعویٰ اول، اِسے صغریٰ کہا جاتا ہے)

ہر انسان فنا ہونے والا ہے (دعویٰ ثانی، اِسے کُبریٰ کہا جاتا ہے)

نتیجہ: زید فنا ہونے والا ہے۔

ارسطو کی منطق "استخراجی" (ڈیڈیکٹِو) کہلاتی ہے، اِس کا سارا زور قیاس (استخراج) کی ترتیب پر ہوتا ہے، یہ مواد سے بحث ہی نہیں کرتی کہ وہ درست ہے یا نہیں۔ اِس منطق میں دونوں دعوں کی صداقت کو جانچنے کا مرحلہ نہیں آتا۔

قضایا (جملوں/دعوں) کی صداقت اور صحت کی جانچ پڑتال "استقرائی" (اِنڈیکٹِو) منطق کا کام ہے۔ مولوی صاحبان نے "استقرائی منطق" نہیں پڑھی ہوتی۔ یہ صرف ارسطو کی "استخراجی منطق" کو سمجھے ہوتے ہیں، وہی مدارس کے نصاب میں داخل ہے۔ بس جیسے تیسے دو باتیں سُنیں، اُن کی صحت جانچے بنا، خود ہی نتیجہ نکال لیا، گویا خود ہی مدعی، خود ہی منصف۔

ایک اور مثال دیتا ہوں، زید شرابی ہے۔ (پہلا دعویٰ) ہر شرابی فاسق ہوتا ہے۔ (دوسرا دعویٰ) ایسے میں ارسطو کی منطق بتاتی ہے کہ اِن دو باتوں کو جوڑیں

زید شرابی ہے (صغریٰ)

ہر شرابی فاسق ہے (کُبریٰ)

نتیجہ: زید فاسق ہے، نکلتا ہے۔

اب دونوں دعوں کی صحت اور چھان پھٹک کی ذمہ دار ارسطو کی منطق نہیں۔ یہ کام استقرائی منطق کا ہے، جس سے علماء کرام غافل ہوتے ہیں، ایسے میں

Downloaded From Tajassus.com

دعوں کی چھان پھٹک کیے بغیر، وہ اندھا دھند اِنھیں جوڑ کر خود ہی نتیجے نکال کر فتاویٰ داغتے ہیں۔

میں نے جب بھی کسی کے خلاف فتاویٰ دیکھے، فوری ذہن میں آیا کہ یہ سب ارسطو کی منطق کا کیا دھرا ہے کہ بس مولوی صاحب کے کان میں کوئی بھنک پڑی تو اُنھوں نے فوری دوسرا دعویٰ نتھی کیا اور نتیجہ نکال لیا۔

چند مزید مثالیں:

زید قادیانی ہے (پہلا دعویٰ، مولوی صاحب نے اِس کی تصدیق ہرگز نہیں کرنی)

قادیانی کافر ہیں (دوسرا دعویٰ، مولوی صاحب نے اِس کی بھی تصدیق نہیں کرنی)

نتیجہ: زید کافر ہے۔

زید نے کدو کی توہین کی ہے (پہلا دعویٰ)

کدو کی توہین کفر ہے (دوسرا دعویٰ، کیونکہ کدو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پسند تھا۔ یہ دعویٰ بھی مولوی صاحب کی اپنی اختراع یا سُنا سُنایا ہے)

نتیجہ: زید کافر ہے۔

زید نے صحابی کی توہین کی/ گالی دی (پہلا دعویٰ، اِس کی ویری فیکیشن بھی نہیں کی گئی)

صحابی کی توہین کفر ہے (دوسرا دعویٰ، اس کی تصدیق بھی نہیں کی گئی)

نتیجہ: زید کافر ہے۔

اِن مثالوں میں چھ دعوے تھے۔

1- زید قادیانی ہے

2- قادیانی کافر ہیں

3- زید نے کدو کی توہین کی ہے

4- کدو کی توہین کفر ہے

5- زید نے صحابی کی توہین کی

6- صحابی کی توہین کفر ہے

اِن کے صحیح ہونے یا غلط ہونے کی بحث، ارسطو کی منطق میں کی ہی نہیں جاتی۔ قضایا (دعوں) کی صحت و عدمِ صحت کی بحث، استقرائی منطق میں کی جاتی ہے، جو مدارس میں نہیں پڑھائی جاتی۔ گویا مولوی صاحبان ارسطو کی منطق پڑھ کر، خود مدعی، خود ہی منصف بننے کی روش پر گامزن ہوجاتے

Downloaded From Tajassus.com

ہیں، اپنے دعوں کے صحیح یا غلط ہونے کے حوالے سے اُنھوں نے منظم سائنسی انداز میں تحقیق نہیں کی ہوتی، اُن کا زور صرف جملوں کو ترتیب دینے پر ہوتا ہے۔

1.استخراجی استدلال:

اس استدلال میں دریافت شدہ عمومی حقائق سے جزوی حقائق کو مستنبط طریقے سے اخذ کیا جاتاہے۔گویا اس استدلال میں ایک چھوٹی سچائی بڑی سچائی سے ماخوذہوتی ہے۔جیسے:

تمام عادل لوگ ایماندارہوتے ہیں

زیدعادل ہے

لہٰذا زیدایماندارہے

روایتی طورپریہی خیال کیاجاتارہا ہے کہ استخراجی استدلال کی پہچان یہ ہے کہ اس میں ہمیشہ کلیات سے جزئیات اخذہوتے ہیں۔جیسے:

تمام انسان فانی ہیں

سقراط انسان ہے

لہٰذاسقراط فانی ہے

یقیناً،اس استدلال میںجزوی نتیجہ پہلے مقدمے کی کلی سچائی سے اخذہواہے لیکن استخراجی استدلال کے بارے میںجدید تحقیق۱۳نے ایسا نقطہ نظر بدل کر رکھ دیاہے۔مثلاًدرج ذیل مثالوں کی رُو سے استخراجی استدلال کی یہ پہچان قائم نہیں رہی کہ اس میںہمیشہ کلیات سے جزئیات اخذ ہوتے ہیں۔جیسے :مثال نمبر۱:

تمام جانورفانی ہیں

تمام انسان جانورہیں

لہٰذاتمام انسان فانی ہیں

اس استدلال میں عمومی نتیجہ کلی سچائی پرمبنی مقدمات سے اخذہواہے گویا کلیات سے کلیہ کو اخذ کیا گیاہے اورمثال نمبر۲:

اگرسقراط انسان ہے توسقراط فانی ہے

سقراط انسان ہے

لہٰذاسقراط فانی ہے

اس استدلال میں جزوی نتیجہ جزوی سچائی پرمبنی مقدمات سے اخذ ہوا ہے۔ گویا یہاں جزئیات سے جزئیہ کو اخذ کیاگیاہے۔اب استخراجی استدلال کی پہچان یہ

Downloaded From Tajassus.com

قراردی گئی ہے کہ یہ ایسا استدلال ہے جس میںمقدمات اپنے نتیجے کی صحت کے لیے کلی جواز فراہم کرتے ہیں۔گویا نتیجہ اپنے مقدمات سے لازماًاخذہوتاہے۔ مقدمات صادق ہونگے تونتیجہ بھی صادق ہوگا۔اسی طرح مقدمات باطل ہوں گے تونتیجہ بھی باطل ہوگا۔اس حساب سے استخراجی استدلال کا بنیادی وظیفہ مقدمات اورنتیجے کے مابین قطعی رشتے کی نوعیت کوواضح کرناہے تاکہ درست اورغلط دلائل کی تمیز واضح ہوسکے۔

اگراستخراجی استدلال کے متعلق وضع کردہ قواعدوضوابط کوٹھیک ٹھیک ملحوظ خاطررکھاجائے تومقدمات اورنتیجے کے مابین دلالت کاایساتعلق قائم ہوجاتاہے جس کی بناء پرصادق مقدمات سے باطل نتیجے کے اخذہونے کاسوال ہی پیدانہیںہوتا۔اس اعتبارسے استخراجی استدلال کانتیجہ ہمیشہ یاتوحتمی طورپرسوفیصد صحیح ہوگایاسوفیصدغلط۔نتیجے کے صحیح یا غلط ہونے کے درمیان اس کے امکانی ہونے کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔اس بناء پر استخراجی استدلال کو ''0''اور''1'' یا''on '' او ر '' off''یاپھر ''ہاں'' اور''نہ ''کی منطق کہاجاتاہے۔موجودہ کمپیوٹرکی مشین لینگوئج اسی کی ترقی یافتہ تکنیکی شکل ہے۔

بطور ماحصل، استخراجی استدلال میں چند حقائق کو بدیہی جان کر مخصوص قواعد و ضوابط کی رو شنی میںان سے حتمی نتائج اخذکئے جاتے ہیں۔ گویاتجربات ومشاہدات کا سہارالیے بغیرطے شدہ مسلمہ اورمعلوم حقائق سے یقینی اور حتمی نتائج نکالے جاتے ہیں۔دوسرے لفظوںمیںاستخراجی استدلال کا اصرارفکرکی اندرونی ساخت اور ہیئت پرہوتاہے جس میںدلائل کی صحت کومقرر قواعد و ضوابط کی روشنی میںپرکھ کرحتمی اوریقینی نتائج اخذکئے جاتے ہیں۔

جان اسٹورٹ مل استخراجی استدلال پر معترض ہے۔اس نے اسے مغالط مصادر علی المطلوب (Petitio Principii) ۱۴قراردیاہے۔اس مغالطے سے مرادوہ فکری غلطی ہے جس میںنتیجہ مقدمات کے اندر پہلے ہی سے مضمر ہوتاہے۔ گویامقدمات کے مفہوم کامحض اعادہ ہوتاہے لہٰذا کوئی نئی خبریااطلاع نہیںپہنچارہا ہوتا۔دوسرے لفظوںمیںنتیجہ مقدمات کے ایسے اجتماع و اشتراک سے وجودمیںآتاہے جہامقدمات نتیجے پردلالت کرتے ہیں۔اس کی وجہ سے جو معلومات مقدمات میںموجودہوںوہی نتیجے میںبھی پائی جاتی ہیں۔گویا استدلال ایک دائرے کی شکل میں چلتاہے جہانتیجے کی معلومات مقدمات کی معلومات ہی کی طرف پلٹتی

Downloaded From Tajassus.com

ہیں۔اس مناسبت سے اسے مغالطۂ دَور(Circular Fallacy) بھی کہاجاتاہے۔بادی النظرمیںمل کے اعتراض پر غور کیا جائے تو اس میںوزن دکھائی دیتاہے۔مثلاً :

تمام انسان فانی ہیں

سقراط انسان ہے

لہٰذا سقراط فانی ہے

اس استدلال کے سرسری سے تجزیے سے واضح ہو جاتاہے کہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ تمام انسان فانی ہیں اور سقراط کا انسان ہونا بھی شک وشبہ سے مبراہے۔ لہٰذا ایسا نتیجہ خودبخود برآمد ہوگا کہ سقراط فانی ہے۔اس لیے مل کااعتراض درست معلوم ہوتاہے کہ نتیجہ تواخذہونے سے پیشترہی مقدمات میںپنہاںہے۔ چنانچہ اخذہونے کے بعدکسی نئی خبریااطلاع کا سبب نہیںبنا۔

استخراجی استدلال کو ثبوت کی رُو سے مستعمل سمجھا جائے تو یقینا یہ کسی نئی خبر کا باعث نہیں اور مغالطے پر مبنی ہے لیکن بنظر غائراس کے نتائج کاتجزیہ کیاجائے تومعلوم ہوگاکہ اپنی اندرونی ساخت اورترکیب کے قواعدوضوابط کی رُو سے اس میںکوئی مغالطہ نہیں،کیونکہ اس کی صوری ہیئت کاداروماداراس کے مقدمات اورنتیجے کے مابین خودتردیدی سے محفوظ رہنے پرہے،نیز اس کا نتیجہ کسی نئی خبرکی اطلاع نہ دے پانے کے باوجودعلم کے فروغ میںترقی کاسبب ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب تک استخراجی استدلال کے نتائج اخذنہیںکئے جائینگے اوران نتائج پرمبنی مزیدنتائج نہیںنکالے جائیں گے،علمی ترقی کے راستے مسدودرہینگے۔موجودہ دور میںالیکٹرک سرکٹس، کمپیوٹرزکی ہارڈوئیر،سوفٹ و ئیر اورانجینئر نگ کے فارمولے استخراجی استدلال کے استعمال کابیّن ثبوت ہیں ۔

2.استقرائی استدلال:

اس استدلال میںدریافت شدہ جزوی حقائق سے عمومی حقائق کومربوط طریقے سے اخذکیا جاتاہے۔گویا اس استدلال میں ایک بڑی سچائی چھوٹی چھوٹی سچائیوں سے ماخوذہوتی ہے۔جیسے :

زیدعادل ہے اورایماندارہے

بکرعادل ہے اورایماندارہے

عمرعادل ہے اورایماندارہے

---------وغیرہ----------

Downloaded From Tajassus.com

لہٰذا تمام عادل لوگ ایماندار ہوتے ہیں

جان اسٹورٹ مل استقرائی استدلال ہی کو استدلال کا صحیح طریقہ خیال کرتا ہے۔روایتی طور پر یہی خیال کیا جاتا رہا ہے کہ استقرائی استدلال کی پہچان یہ ہے کہ اس میں ہمیشہ جزئیات سے کلیات اخذ ہوتے ہیں جیسے :

سقراط انسان ہے اور فانی ہے

افلاطون انسان ہے اور فانی ہے

ارسطو انسان ہے اور فانی ہے

----------وغیرہ---------

لہٰذا تمام انسان فانی ہیں

یقیناً اس استدلال میں عمومی نتیجہ بے شمار جزوی سچائیوں کے اشتراک سے اخذ ہوا ہے لیکن استقرائی استدلال کے بارے میں جدید تحقیق نے ایسا نقطہ نظر بدل کے رکھ دیا ہے۔مثلاً درج ذیل مثالوں کی رُو سے اس کی اب یہ پہچان قائم نہیں رہی کہ اس میں ہمیشہ جزئیات سے کلیات اخذ ہوتے ہیں :پہلی مثال :

تمام گائیں ممالیا ہیں اور پھیپھڑے رکھتی ہیں

تمام گھوڑے ممالیا ہیں اور پھیپھڑے رکھتے ہیں

تمام انسان ممالیا ہیں اور پھیپھڑے رکھتے ہیں

----------وغیرہ----------

لہٰذا تمام ممالیا پھیپھڑے رکھتے ہیں

اس استدلال میں عمومی نتیجہ کلی سچائیوں پر مبنی ہے شمار مقدمات سے اخذ ہوا ہے۔ گویا کلیات سے کلیہ کو اخذ کیا گیا ہے۔دوسری مثال :

ہٹلر مطلق العنان تھا اور جابر تھا

سٹالن مطلق العنان تھا اور جابر تھا

---------وغیرہ---------

کاسترو مطلق العنان ہے۔

لہٰذا کاسترو جابر ہے

اس استدلال میں جزوی نتیجہ جزوی سچائیوں پر مبنی ہے شمار مقدمات سے اخذ ہوا ہے۔گویا یہاں جزئیات سے جز کو اخذ کیا گیا ہے۔اس طرح اب استقرائی استدلال کی پہچان یہ قرار دی گئی ہے کہ یہ ایسا استدلال ہے جس میں مقدمات اپنے نتیجے کی صحت کے لیے جزوی جواز فراہم کرتے ہیں۔گویا نتیجہ اپنے مقدمات

Downloaded From Tajassus.com

سے امکانی طورپراخذ ہوتا ہے۔ اگر مقدمات صادق ہوں گے تونتیجہ بہتر (better)ہوگا۔بعینہٖ اگر مقدمات باطل ہوںگے تونتیجہ بھی بدتر (worse) ہوگا۔ اس حساب سے استقرائی استدلال کابنیادی وظیفہ مقدمات اورنتیجے کے مابین امکانی رشتے کی نوعیت کو واضح کرناہے تاکہ بہتر(better) اوربدتر(worse) دلائل میں تمیزواضح ہوسکے۔

اگراستقرائی استدلال میں محتاط مشاہدات وتجربات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تومقدمات اور نتیجے کے مابین ایسا تعلق قائم ہو جاتاہے جس کی بناء پرمشہود مقدمات سے غیرمشہود عمومی نتیجہ اخذ ہوتاہے جو کافی حدتک بہتر یا بدتر ہو سکتاہے لیکن سو فیصد حدتک کبھی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں، استقرائی استدلال کانتیجہ ہمیشہ امکانی ہوتاہے کبھی حتمی اوریقینی نہیںہوسکتا۔اس کامطلب یہ ہواکہ استقرائی استدلال کی حالت ہاںاورنہیںکی صورتومیں دوقطبی(bipolar) نہیںہوتی بلکہ دو قطبین کے درمیان کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔ اس نقط نظرکی وضاحت کے لیے ایک سادہ سی مثال۱۶ کوسامنے رکھتے ہیں:

لاہور کے زیادہ ترسیاست دان مسلم لیگی ہیں

چوھدری اعتزازاحسن لاہور کے ایک سیاست دان ہیں

لہٰذاغالب امکان ہے کہ چوھدری اعتزازاحسن مسلم لیگی ہیں

بالفرض نتیجے کے لیے جزوی جوازمہیاکرنے والے مقدمات صادق ہوںتونتیجے کے بہتر ہونے کاامکان قوی ہوگالیکن اگرمزیدمقدمات اکٹھے کئے جائیںتوان کی رُو سے نتیجہ بہتر رہنے کا امکان مزیدقوی ہوسکتاہے یا پھر کمزورپڑسکتاہے۔

مثلاًمشاہدات کی بنیادپریہ حقائق سامنے آئیں :

پاکستان پیپلزپارٹی کاکوئی رکن مسلم لیگی نہیں

چوھدری اعتزازاحسن پاکستان پیپلزپارٹی کے رکن ہیں

تویقیناًاستخراجی استدلال کی بدولت یہ نتیجہ اخذہوگاکہ :

چوھدری اعتزازاحسن مسلم لیگی نہیں۔

استخراجی استدلال کے اس نتیجے کی رُو سے بلاشک وشبہ محولہ بالااستقرائی استدلال کانتیجہ بہترنہیںرہتااور اگر مزیدشواہداکٹھے کئے جائیںجیسے ،چوھدری اعتزازاحسن مسلم لیگ کے قائد میا ں نوازشریف کے خلاف بڑھ چڑھ کرسیاسی مہم چلاتارہا اوروہ پاکستان پیپلزپارٹی کی چئیرپرسن محترمہ بے

Downloaded From Tajassus.com

نظیربھٹوکی کابینہ کاایک اہم رکن ہے۔یقینا ایسے شواہد کی صورت میں حاصل شدہ استقرا ئی نتیجہ مز ید کمزور پڑ جاتا ہے،قوی نہیںرہتا لیکن پھر بھی اسے سوفیصدبدترقرار نہیں دیا جا سکتاکیونکہ استقرائی استدلال کانتیجہ مستقبل تک محیط ہے اورمستقبل حال میںنامعلوم رہتاہے جس کی بدولت چوھدری اعتزازاحسن کے مستقبل کے بارے میںیقینی طورپریہ نہیںکہاجاسکتاکہ وہ آئندہ بھی مسلم لیگی نہیں رہینگے اس بنیادپریہ کہا جاتاہے کہ استقرائی استدلال کا نتیجہ ہمیشہ امکانی ہو سکتا ہے، یقینی نہیں۔

بطورماحصل،استقرائی استدلال میںمشہود حقائق کی روشنی میںایسے امکانی نتائج اخذکئے جاتے ہیں جووقت اورحالات کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیںاورساتھ ہی ساتھ مستقبل کے بارے میںٹھوس پیشین گوئی کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عام طورپراستقرائی استدلال کے بارے میںیہ اعتراض کیاجاتاہے کہ اس میںاستقرائی زقند کامغالطہ(Fallacy of Inductive Leap) ۱۷پایاجاتاہے۔اس مغالطے سے مرادوہ فکری غلطی ہے جس میںچندمشہود مقدمات سے غیرمشہود عمومی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔جیسے کسی محلے میں رہتے ہوئے یہ تجربہ ہواہوکہ وہاںکی تمام مستورات جھگڑالو ہیںاوراس تجربے کی بنیادپریہ نتیجہ اخذ کیاجائے کہ دنیاکی تمام خواتین جھگڑالوہوتی ہیں...ایسا استدلال پیش کرنا،اپنی جگہ عملی طور پریقیناخطرے سے خالی نہ ہوگا۔ بہر کیف استقرائی استدلال میں خواہ کتنی ہی احتیاط اورژرف نگاہی سے کام لیا گیا ہو، مطلوبہ نتیجہ نکالنے میں جلدبازی نہ کی گئی ہو، بھرپورا عتماد اور محتاط مشاہدات و تجربات کی مدد سے نتیجہ اخذ کیاگیاہو، جیسے کہ''تمام کوے کالے ہیں''اسی بناء پرایک معقول اور مستند نتیجہ مانا جاتا ہے ۔ پھربھی اس میںنامعلوم مستقبل کے شامل ہونے سے انحراف نہیںکیا جا سکتا اوریہی وہ جہت ہے جو استقرائی استدلال کو استقرائی زقند کے مغالطے میںبدلنے کا سبب بن سکتی ہے۔ظاہرہے کہ استقرائی استدلال کانتیجہ خواہ کتناہی قوی کیونہ ہواس میںمستقبل کے حوالے سے تبدیلی کاامکان رہتاہے۔آج کاعمومی نتیجہ آج کے مقدمات کی رُوسے جس قدر قوی کیوں نہ ثابت ہو،آنے والے کل کی ایک ہی مثال اسے کمزورکرسکتی ہے اوریہی نہیں بلکہ اسے یکسربدل کر بھی رکھ سکتی ہے۔ اس لیے استقرائی استدلال سے استقرائی زقند کا اعتراض دور کرنا مشکل ہے ۔ لاریب، معترضین کادعویٰ اپنی جگہ ٹھوس سہی مگر نامعلوم مستقبل کی طرف موثرقدم اُٹھانے اورعلم میں

Downloaded From Tajassus.com

خاطرخواہ اضافے کے لیے استقرائی استدلال ناگزیر ہے ۔جب تک محتاط تجربات و مشاہدا ت نہیں کئے جائیںگے انسانی علم کے راستے مسدود رہیںگے۔ویسے بھی فطرت کے یکساں اصول وضوابط سے استقرائی استدلال کے نتائج پربھروسہ بڑھتاہے۔بلاشبہ آج یہ مانا جانے لگا ہے کہ بزبانِ ڈاکٹرآغاافتخارحسین ،’’مشاہدات اورتجربات سے نتائج اخذ کرنے کے لیے عقل استقرائی کی ضرورت ہے۔ سائنس کی بیشترترقی انسان کی عقلِ استقرائی ہی سے عبارت ہے۔‘‘۱۸

مجموعی طورپر،استخراجی اوراستقرائی، استدلال کی دواقسام نہیںبلکہ وہ ایک ہی فکری عمل کے دومختلف روپ ہیں۔اُن میںباہم کوئی مناقشت نہیں۔دونوںکے منفرداہداف ہیں۔دونوںایک دوسرے کے معاون ہیں۔ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پرمقدم نہیں۔ میلون(Mellone) کاخیال ہے کہ استدلال کافکری عمل ایک مالاکی طرح ہے۔۱۹استخراجی صورت میںمالاکادھاگا یعنی عمومی اصول ہاتھ میںہوتاہے جس میں حقائق کے دانوں کویکے بعد دیگرے پرودیاجاتاہے ۔ اس کے برعکس،استقرائی صورت میں حقائق کے دانوںکاڈھیرموجودہوتاہے جسے ایک لڑی میں پرونے کے لیے مناسب دھاگے یعنی عمومی اصول کی تلاش ہوتی ہے۔ چونکہ استخراجی استدلا ل اور استقرائی استدلال ایک ہی فکری عمل کے دومتضاددھارے ہیں،اس لیے ان کے مابین امتیازات کو نظراندازکردینا زیادتی ہوگی کیونکہ ان ہی کی وجہ سے ان کے الگ الگ دائرۂ عمل، مقصداور منزلِ مقصود کا تعین ہوتا ہے۔ان کے بنیادی امتیازات حسبِ ذیل ہیں:

.1روایتی طورپریہ خیال کیاجاتارہا کہ استخراجی استدلال وہ ہوتاہے جس میںکلیات سے جزئیات اخذ کئے جاتے ہیںمگرجدیدتحقیق نے یہ ثابت کردکھایاہے کہ اس میں کلیات سے کلیات اورجزئیات سے جزئیات بھی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ یہ طے ہے کہ اس میںجزئیات سے کلیات کواخذ کرناممکن نہیں۔اس کے برعکس،استقرائی استدلال کے بارے میںیہ خیال تھاکہ اس میںجزئیات سے کلیات اخذ کئے جاتے ہیںمگرجدیدتحقیق نے یہ ثابت کردکھایاکہ اس میںکلیات سے کلیات اورجزئیات سے جزئیات بھی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔البتہ یہ طے ہے کہ اس میںکلیات سے جزئیات کواخذکرناممکن نہیں۔اس حساب سے دیکھاجائے تواستخراجی استدلال وہ ہے جس میںجزئیات سے کلیات کو اخذ کرنااوراستقرائی استدلال وہ ہے جس میںکلیات سے جزئیات کواخذکرناممکن نہیں۔

Downloaded From Tajassus.com

2.استخراجی استدلال کا نتیجہ اپنے مقدمات سے یقینی اور لازمی طورپر اخذہوتاہے۔کیونکہ نتیجے کے لیے مقدمات کلی جوازفراہم کرتے ہیں۔اس لیے وہ سوفیصدصادق ہوتاہے یا پھر سو فیصدباطل۔اس حساب سے سوال ہی پیدانہیںہوتاکہ مقدمات صادق ہوںاورنتیجہ باطل۔اس کے برعکس،استقرائی استدلال کانتیجہ اپنے مقدمات سے امکانی اوراحتمالی طورپراخذہوتاہے کیونکہ نتیجے کے لیے مقدمات جزوی جوازمہیاکرتے ہیں اس لیے وہ کافی حدتک بہتر(better) ہوتا ہے یابدتر(worse)۔اس حساب سے ہوسکتا ہے کہ مقدمات سچ ہوںاورنتیجہ باطل۔

3.استخراجی استدلال کی نوعیت صوری ہے کیونکہ اس کااصرارفکرکی اندرونی ساخت پرہوتاہے جس میں بدیہی حقائق کے مقررہ قواعدوضوابط کی رُوسے نتائج اخذکئے جاتے ہیں۔ گویا استخراجی استدلال میں فکر کو اسی کے باطن پر مرکوز رکھا جاتا ہے جہاں مقدمات اورنتیجے کے مابین رشتے کی مطابقت کوجانچاجاتاہے۔اس کے برعکس، استقرائی استدلال کی نوعیت مادی ہے کیونکہ اس کااصرارخارجی مشاہدات و تجربات کی روسے کسی مظہر کے وقوع پذیر ہونے کے امکانات کوبے نقاب کرنا ہے۔ گویااستقرائی استدلال میںفکرکواس کے خارج پرمرتکزکیاجاتاہے جہاں فکر اور حقیقت کی مطابقت کوجانچاجاتاہے۔

4.استخراجی استدلال کا انحصار بدیہیات پر ہے جنہیں اتھارٹی خیال کیا جاتا ہے۔ ان پرمبنی مقدمات کا ذریعہ الفاظ بنتے ہیں جن میں غلطی اور لغزش کا امکان موجود رہتا ہے۔اس لیے استخراجی استدلال کا ہدف فکر کو لفظی مغالطوںسے پاک رکھناہے۔اس کے برعکس،استقرائی استدلال کاانحصارمشاہدات وتجربات پرہے جنہیںخاصی عرق ریزی سے اکٹھا کیاجاتاہے۔ان مشاہدات وتجربات پرمبنی مقدمات کاذریعہ حسی ادراکات بنتے ہیں جن میں کوتاہی اور خطا کا امکان موجودرہتاہے۔استقرائی استدلال کاہدف فکرکو تجربی مغالطوں سے دورکرناہے۔

5.استخراجی استدلال کا رجحان تعقلات کے اطلاقی پہلوسے متعلق ہے جس میں عمومی تعقلا ت کو مخصوص احوال پرمنطبق کرکے متعلقہ تعقل کی صحت کومعلوم کیاجاتاہے اورجس سے تعقلات کے استنادکواستحکام ملتا ہے ۔اس کے برعکس، استقرائی استدلال کارجحان تعقلات کے تشکیلی پہلوسے متعلق ہے جس میںمخصوص احوال سے عمومی تعقلات کو وضع کیا جاتا ہے اور جس سے تعقلات کی بنیادوں کو استوار کیا جاتا ہے۔

Downloaded From Tajassus.com

6.استخراجی استدلال روایتاًتقسیم(division)کے عمل پرموقوف ہے کیونکہ اس میںایک بڑی جماعت کو چھوٹی جماعتومیںتقسیم کیاجاتاہے۔گویااستخراجی استدلال پہلے سے معلوم علم کی تقسیم درتقسیم کامبسوط سلسلہ ہے۔اس کے برعکس،استقرائی استدلال روایتاًجماعت بندی (classification)کے عمل پرموقوف ہے کیونکہ اس میںچھوٹی چھوٹی جماعتونکوان کی باہمی خاصیتوں کی بدولت ایک بڑی جماعت میںضم کیاجاتاہے۔گویااستقرائی استدلال تجربات ومشاہدات کی بدولت دریافت شدہ علم کی ترکیب درترکیب کامبسوط سلسلہ ہے۔

Downloaded From Tajassus.com